

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نقش آغاز

وہ ملک جو ایک طویل اور پیہم جدوجہد اور
انٹ قربانیوں کے بعد حاصل کیا گیا، جسکی خاطر لاکھوں
مسلمانوں کو آگ اور خون کے طوفانوں سے گزرنا پڑا
ہزاروں عصمتوں کے چراغ بجھے اور لاکھوں معصوم
زندگیاں اغیار کے ہاتھوں لٹ گئیں۔ غرض مسلمان

زندگی کی ہر متاع اور عمر بھر کی پونجی اسکی راہ میں لٹا کر بھی سرور و شاداں بٹھے کہ

حاصل عمر نشابر رہے یا رے کرم شادم از زندگی خویش کہ کارے کرم

اب اگر کوئی بد بخت اور ناعاقبت اندیش اٹھے اور اسکی بنیادوں کو ہی ڈانٹا میٹ کئے
اسکی دیواروں میں شگاف ڈالے، تو کیا اس کے اس غدارانہ جرم کو لمحہ بھر برداشت کیا جائیگا؟
کیا ایسا شخص قومی غدار کہلانے کا مستحق نہ ہوگا۔ جو اس مضبوط حصار میں نقب لگا کر قومی خود کشی
کا مجرم بنے؟

امت مسلمہ کا وہ مضبوط اور آہنی حصار جس کے استحکام پر نہ صرف ہماری بلکہ ساری
دنیا تک سسکتی ہوئی انسانیت کا مدار ہے۔ اور جسے ہم اسلام اور ملت حنیفیہ کے پیارے
نام سے تعبیر کرتے ہیں، کی خشتِ اول معمارِ اول حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں
رکھی گئی، اور تکمیلِ نوامیسِ فطرت کے سب سے بڑے علمبردار اور کامل و اکمل ہستی نبی آخر الزمان
صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں ہوئی، آپ نے دن کا سکھ، اور رات کا چین اس راہ میں قربان کر
دیا۔ اس گھر کی تکمیل میں وہ مصیبتیں جھیلیں جو مخلوق میں سے کسی نے اس سے پہلے نہ سہیں۔
اذیت فی اللہ عالم یوذا حداد کا قال۔ اس کے معصوم اور پاکیزہ دل کی کھڑکوں اور
ہر آرزو اس حصار کے استحکام اور مضبوطی سے وابستہ رہی کہ اب قیامت تک آنے
والی مخلوق کی حقیقی فلاح و بقا اس خدائی قلعہ کی مضبوطی سے وابستہ تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنے مقدس صحابہ سمیت اپنی زندگی، مال و جان، عزت و آبرو گھر بار ملک و وطن،
غرض سب کچھ اسی "اسلام" کی حفاظت و اشاعت اور مدافعت میں قربان کر دیا اور جس
وقت وہ ذاتِ قدسی صفات اس عالمِ ثانی سے روپوش ہوئی تو دین کا یہ "قصر" ایک حسین و جمیل

کامل و مکمل مرقع کی شکل میں دنیا کے سامنے موجود تھا۔ اس میں درہ بھر خامی نہ تھی جسکی تکمیل و تعمیر کے لئے کسی دوسرے معمار کی ضرورت پڑے۔

ہر عمارت ستونوں بچھتوں اور در و دیوار سے عبارت ہے اور اپنی مضبوط اور راسخ بنیادوں پر استوار ہوتی ہے۔ اسی طرح اسلام کی عظیم الشان عمارت بھی ان بنیادوں اور ستونوں پر قائم ہے۔ جسے ہم ارکانِ خمسہ (شہادتین، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج) کے نام سے جانتے اور پہچانتے ہیں۔ اور جسے خود حضور اقدسؐ نے دعائم الاسلام (اسلام کے ستون) سے تعبیر کیا۔ (لاحظہ ہو عمدۃ القاری جلد ۱ ص ۱۹۱ بحوالہ مصنفہ عبدالرزاق) اگر ان بنیادی ستونوں میں سے ایک کو ہٹا دیا جائے یا ذرا سا ٹیڑھا کر دیا جائے تو ساری عمارت دھڑام سے گر جائے گی۔ جو بالآخر اس کے تمام مکینوں کی تباہی اور ہلاکت پر منتج ہوگی۔ اگر کوئی خود باختہ شخص اس عظیم عمارت کی بنیادوں پر ضرب لگاتا اور اسے اپنی جگہ سے ہلاتا ہے۔ تو عاقبت اندیشی یہی ہے کہ اس پناہ گاہ کے تمام باشندے اٹھ کر ان ہاتھوں کو توڑ دیں جو پوری ملت کے نقصان اور تباہی کا سبب بن رہے ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ وہ تمام ہاتھ بھی شل کر دے جائیں جو پس پردہ اس ملی چور کی پشت پناہی کر رہے ہوں۔ یہ ایک بڑی اور سچی حقیقت ہے جو اسلام اور دین محمدیؐ کی اہمیت، اسکی عظمت اور نزاکت کے بارے میں خود حضور اقدسؐ نے ایک سیدھی سادھی مثال سے ذہن نشین کرادی اور بار بار فرمایا جسے بے شمار صحابہ نے مختلف طرق سے نقل کیا۔

بنی الاسلام علی خمس من شہادات ان
الا للہ الا للہ وان محمد رسول اللہ
واقام الصلوٰۃ وایفاء الزکوٰۃ والحج
وصوم رمضان۔

اسلام کا یہ عظیم الشان کارخانہ پانچ ستونوں
پر کھڑا کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت
اور رسالت محمدیؐ کا اقرار۔ نماز ادا کرنا۔
زکوٰۃ دینا۔ حج کرنا اور رمضان کے روزے

رکھنا۔

(عن عبد اللہ بن عمرہ بخاری۔
مسلم۔ ترمذی۔ نسائی)

کہیں ان ارکان کو دعائم الاسلام کہا گیا اور کہیں عماد کے لفظ سے ان کی اساسی حیثیت پر روشنی ڈالی گئی۔ خود قرآن مجید کے اکثر مضامین احکام و اوامر، لواہی قصص و آداب امثال و مواعظ کا مرکزی نقطہ بھی یہی ارکان پنجگانہ ہیں کہ ان پر دین و آخرت اور غیب کا سارا عالم استوار ہے۔

پھر نہ صرف یہ کہ اس قصر دین کی بقا ان ارکان کی مجموعی حیثیت پر موقوف ہے۔ بلکہ یہ سارے ارکان آپس میں ایسے مربوط اور وابستہ ہیں کہ اگر ان میں ایک نہ ہو تو باقی تمام ارکان میں اضطراب و ناہمواری عمارت کا توازن برقرار نہ رہ سکے اگر ان میں سے ایک کی ضرورت و اہمیت بھی محسوس نہ ہو یا اسے فالتو سمجھ لیا جائے یا اسکی ہیئت اساسی میں تبدیلی کی سعی کی جائے خواہ وہ ایمان باللہ ہو یا نماز، زکوٰۃ ہو یا حج و روزہ تو ایسا شخص اس پوری عمارت کا دشمن ہے کیونکہ اس قصر متین کا ہر جز و دیگر اجزاء و ارکان کو سنبھالے ہوئے ہے جس معمار نے ہدایات ربانی کی روشنی میں یہ عمارت تیار کی اور اس کا نقشہ بنایا، اس نے ان ارکان کا یہ باہمی ربط و تعلق اور اسکی اہمیت بھی ان الفاظ میں جلا دی کہ :

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
اربعة فرضت الله في الاسلام
جاء ثلاث لم يغير عن شيء
حتى يأتي بجهنم جميعا الصلوة
والزكاة وصيام رمضان
حج البيت - (ترجمان السنۃ بحوالہ احمد و طبرانی)
(ایمان لانے کے بعد) چار چیزیں ہیں جنہیں
اللہ تعالیٰ نے اسلام میں فرض قرار دیا ہے
نماز۔ زکوٰۃ۔ روزہ اور بیت اللہ کا حج
جو شخص ان میں سے تین بھی ادا کرے وہ
اس کے کام نہیں آسکتی جب تک سب
کے سب نہ کرے۔

ان چاروں ارکان میں زکوٰۃ بھی اتنی ہی اہم ہے جتنی کہ نماز (اور اس وجہ سے قرآن نے ہر جگہ اقیو الصلوٰۃ کے بعد و اتوا الزکوٰۃ کا حکم دیا۔) روزہ بھی ایسا ہی فرض ہے اور بنیادی عبادت ہے جیسا کہ حج۔

اگر کوئی شخص ایمان کا مدعی ہے مگر نماز یا زکوٰۃ سے انکار کرتا ہے۔ یا اس خاکہ میں تبدیلی و ترمیم کی ناروا جسارت کرتا ہے۔ جو اس کے معمارِ اول نے ان عبادات کے لئے تیار فرمایا تو اسے اس قصر محمدی میں رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ اور نہ اس کا ایسا دعویٰ ایمان قابلِ اعتنا ہے۔ خواہ وہ ہزار بار اس کے استحکام و تعمیر کی رٹ لگاتا رہے اور ہمارے اس دعویٰ کا ماتخذ خود قرآن کریم، سنت رسول اور صحابہ کرام و خلفاء راشدین کا طرزِ عمل ہے۔ ارشادِ ربانی ہے :

فاقتلوا المشركين حيث وجدتموهم
فان تابوا واقاموا الصلوة و اتوا الزكاة
فخلوا سبيلهم - (توبہ)
ان مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔ پس اگر وہ
تائب ہو کر نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو
ان کا راستہ چھوڑ دو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک لوگ توحید اور رسالت کا اقرار اور نماز و زکوٰۃ ادا نہ کریں تو مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ان سے جنگ کرتا رہوں جب وہ ایسا کرنے لگیں تب وہ اپنے مال و آبرو کو مجھ سے محفوظ کر سکیں گے۔ (بخاری و مسلم)

پھر ان ارکان کلمہ الہی اور تباہی کی وضاحت اس طرح فرمائی کہ جب بنو ثقیف کے ایک وفد نے طائف سے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرنے کا ارادہ ظاہر کیا مگر اس شرط پر کہ اسلام کے ایک اہم رکن نماز سے ہمیں معاف رکھا جائے۔ تو حضورؐ نے بڑی سختی اور حقارت سے ان کی یہ درخواست ٹھکرا دی۔ اور فرمایا کہ : لاخیر فی دینہ لاصلوۃ فیہ (بجلا وہ دین ہی کیا جس میں نماز نہ ہو)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس مفہوم کو ان الفاظ میں ظاہر فرمایا :
من لم یزلک فلاصلوۃ لہ - جو زکوٰۃ نہ دے اس کی نماز بھی قبول نہیں۔
(ترجمان السنۃ ص ۵۵)

خلیفۃ الرسولؐ سیدنا صدیق اکبرؓ نے بھرے مجمع صحابہ میں اعلان فرمایا کہ :
واللہ لا قاتلت من فرقۃ بین الصلوۃ خدا کی قسم جو شخص نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا۔ (ان میں سے ایک کی تعبیری حیثیت سے انکار کرے گا۔) تو میں اس سے قتال کروں گا۔

عہد رسالت کے فوراً بعد جب بعض غیر راسخ الایمان قبائل عیس و ذبیان - بنو کنانہ - غطفان اور بنو فزارہ نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کیا تو خلیفۃ المؤمنین سیدنا صدیق اکبرؓ نے اپنی ایمانی فراست کی بناء پر اس "باغیانہ" اور کافرانہ "جہارت کے مہلک اثرات اور نتائج کو فوراً بھانپ لیا کہ اگر اس وقت قصر محمدی کی بنیادوں پر یہ پہلی کاری ضرب برداشت کر لی گئی۔ تو آگے چل کر بد باطن منافقین، زانیعین اور عفرین کے ہاتھوں یہ پوری عمارت پیوند خاک ہو کر رہ جائے گی۔ (ولا فعلی اللہ کذلک الی یوم القیامۃ) حضرت صدیق نے جرات ایمانی سے کام لیکر تلوار نیام سے نکالی اور ایک خونریز جنگ کے بعد اس فتنہ کو تہ خاک کر دیا۔ جزاہ اللہ عن الاسلام والمسلمین -

حضرت صدیقؓ کو زکوٰۃ یا اس کے تعبیری حیثیت سے انکار کرنے والوں کے اقدام

کے کفر و ارتداد ہونے میں ذرہ بھر تردد نہ ہوا۔ اور یہ اس لئے کہ بقول امام العصر حضرت علامہ نور شاہ صاحب کشمیری علیہ الرحمۃ :

ان الایمان اسم لا التزام کل الدین
فمن فرق بین الصلوۃ والزکوۃ
فکانت لم یؤمن بالکل ومن لم
یؤمن بالکل فهو کافر قطعاً
(فیض الباری ص ۱۱۱)

بنابریں کہ ایمان نام ہے پورے دین کے
التزام کا۔ پس اگر کوئی نماز اور زکوٰۃ میں
تفریق کرتا ہے۔ گویا وہ پورے دین پر
ایمان نہیں لایا اور جو پورے دین پر ایمان
نہ لایا وہ شخص قطعی کافر ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی جب اندازہ ہوا کہ ان لوگوں کی جسارت محض حکومت سے
بغاوت نہیں بلکہ سرے سے دین کے ایک اہم رکن کا انکار یا اس میں تحریف اور غلط تاویل کرنا
ہے جس کے تباہ کن اثرات پورے دین پر پڑ سکتے ہیں تو ان کا سینہ بھی اس بارہ میں کھل گیا اور
نہ صرف حضرت فاروق اعظم بلکہ تمام صحابہ نے حضرت صدیق کا قولاً و عملاً ساتھ دیا اور اس
طرح ایک رکن اسلام (زکوٰۃ) کی قطعیت میں صحابہ کا اجماع منعقد ہوا۔
اور ایسا اجماع جس کے نفاذ میں مخالفین کا خون بہانے سے بھی دریغ نہیں کیا گیا۔

زکوٰۃ کے اس اقدام کے اسباب و عوامل کی تلاش میں ہمیں یہ بات بھی مل جاتی
ہے کہ منکرین زکوٰۃ نہ صرف سیدنا صدیق اکبرؓ کو زکوٰۃ دینے کے مخالف تھے بلکہ اپنی ایک
من گھڑت رائے اور نظریہ کی بناء پر زکوٰۃ کو صرف ایک ٹیکس سمجھنے لگے تھے اور اس طرح
اس کی عبادتی حیثیت سے انکار کر رہے تھے۔ محدث جلیل علامہ کشمیریؒ فرماتے ہیں :

وانما زعموا ان الزکوۃ حیاتیۃ مالہ
کما یجوزی السلطان من الرعایا حیاتیات
من بہائم فکانت الی النبی صلی اللہ
علیہ وسلم فی عہدہ واذ اولیانا
نحن ولایۃ مناسقطتہ وبقیت
کسائر الجبایات علی راعی الوالی
(فیض الباری ص ۱۱۱)

منکرین زکوٰۃ کا گمان تھا کہ زکوٰۃ ایک مالی
ٹیکس ہے۔ جیسا کہ بادشاہ اپنی رعایا سے
کئی طرح کے ٹیکس وصول کرتا ہے۔ پس
حضورؐ کے زمانہ میں تو اس ٹیکس کی وصولی
حضورؐ کا حق تھا۔ اور جب ہم نے اپنوں
میں سے والی اور حاکم چن لئے تو زکوٰۃ
ہم سے ساقط ہوئی۔ اور دیگر ٹیکسوں کی

طرح اب زکوٰۃ کا معاملہ بھی حاکم کی رائے پر ہے۔

ٹھیک چودہ سو سال بعد قرن اول کے مابین زکوٰۃ کا یہی استدلال اور ارکان اسلام سے بغاوت کا اعادہ ہے جو آج اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (ادارہ تحقیقات اسلامیہ) کے سربراہ ڈاکٹر فضل الرحمن اور اس کی لادینی ریسرچ و تحقیق کی صورت میں ہمارے سامنے ہو رہا ہے۔ عہد حاضر کے ان نام نہاد محققین نے آج تمام ان جاہلی نظریات کو دجل و تبلیس اور تحریف و تاویل کے حربوں سے مسلح ہو کر اسلام کی جدید تعبیر کے روپ میں دوبارہ پیش کر دیا ہے۔ جن کو اسلام نے سختی سے غلط ٹھہرایا اور جسے اس کے پیغمبر اعظمؐ نے قدموں کے نیچے پاٹمال کیا، جاہلیتِ اولیٰ کے منحوس و لود کی وہی روح بد ہے۔ جو کبھی مرزا غلام احمد قادیانی کے بھیس میں ظاہر ہوتی ہے اور کبھی غلام احمد پرویز کا روپ دھار لیتی ہے۔ اور کبھی ڈاکٹر فضل الرحمن اور ان جیسے محققین اور

لے ڈاکٹر فضل الرحمن فرماتے ہیں: "معاشرہ کی ضروریات کے لئے زکوٰۃ کی موجودہ شرح کافی نہیں حکومت کو اس میں اضافہ کا حق حاصل ہے۔ (فکر و نظر اکتوبر ۱۹۶۲ء) پی پی اے کے نمائندہ کو اپنے انٹرویو میں بتایا۔ قرآن مقدس میں مسلمانوں پر مملکت کو صرف ایک ہی ٹیکس لگانے کا اختیار دیا گیا ہے۔ اور وہ زکوٰۃ ہے۔ یہ ٹیکس بنیادی طور پر اس لئے وضع کیا گیا تھا کہ اسے مملکت کی مختلف ضروریات پوری کرتے ہوئے مسلم معاشرہ کی سماجی ترقی بلکہ مملکت کی دفاعی اور دیگر ضروریات سول سروس ٹرانسپورٹ اور دینی قرضے وغیرہ پر بھی لگایا جائے۔ الخ"

کیا خوب فرمایا ڈاکٹر صاحب نے۔ خدا نے تو قرآن میں زکوٰۃ کے خرچ کے لئے مصارف ہشت گانہ مخصوص فرمائے، رسولؐ نے اس کے نصاب اور مقادیر متعین کئے۔ اور اس کے تقسیم و خرچ میں اتنا اہتمام برتا کہ ایک بار جب ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زکوٰۃ کے مال میں سے کچھ دینے کی درخواست کی تو آپؐ نے فرمایا: "اسے شخص اللہ تعالیٰ نے مال زکوٰۃ کی تقسیم میں کسی انسان کو بلکہ خود پیغمبر تک کو خود اختیار نہیں دیا ہے۔ بلکہ اس کی تقسیم خود اپنے ہاتھ میں رکھی ہے۔ اور اس کے آٹھ مصارف بیان کر دئے ہیں۔ اگر تم ان آٹھ مصارف میں داخل ہو تو میں تم کو دے سکتا ہوں۔ (دہ نہیں)۔ ابو داؤد کتاب الزکوٰۃ۔

پھر بات کتنی مضحکہ خیز ہے کہ اسلام میں زکوٰۃ کے علاوہ ملکی ضروریات کے لئے کوئی اور آمدنی مقرر نہیں کی گئی۔ آخر ڈاکٹر صاحب ایسے محقق کے بارہ میں یہ بات نادانی پر معمول کی جائے یا تجاہلِ عارفانہ پر۔ اسلام نے ایک اسلامی ریاست کے مصارف اور ضروریات کے لئے بے شمار ذرائع متعین فرمائے ہیں۔ آمدنی کا ایک ذریعہ خراج ہے۔ جو غیر مسلموں کی ان اراضی سے لیا جائے گا جس پر مقابلہ یا صلح کے بعد مسلمانوں کا تسلط قائم ہوا ہو اور جو زمین کی پیداوار، زرخیزی اور وسائل آبپاشی کی سہولت کو محفوظ رکھ کر پیمائش یا بٹوارے (باقی اگلے صفحہ پر)

مغرب زدہ ڈھانچوں میں جبرہ گہر ہو جاتی ہے۔ اور پھر تمام فتنہ سامانیوں کے ساتھ اسلام کے ایک ایک رکن اور ایک ایک اساس پر حملہ آور ہوتی ہے۔ اپنے وقت کے شیطانی ذرائع اور وسائل اس کی پشت پر ہوتے ہیں۔ کبھی اس کا دار و رسالت محمدی کی بنیاد ختم نبوت پر ہوتا ہے تو کبھی آپ کی سنت کی تشریحی حیثیت اور منصب رسالت پر کبھی تجدید اور نئی روشنی کے نام پر مسلمانوں کے پرسنل لاء کو مسخ کیا جاتا ہے۔ تو کبھی ظاہری ترقی اور مغربیت کی چمک دکھانے سے

(حاشیہ ص ۱) کے طریقہ پر لگایا جائے گا۔ امام ابو یوسفؒ کے الفاظ میں اسکی وصولی کے لئے وہ افسر مقرر ہوں گے جو فقیہ، عالم، پاکباز، منصف مزاج، متین، اور خود رائی سے اجتناب کرنے والے ہوں۔ ایک ذریعہ ہوتا ہے جو غیر مسلم اہل ذمہ سے وصول ہوگا۔ اور اسلامی ریاست ان کے شہری حقوق اہل دہان کی محافظ ہوگی۔ اس طرح ضمیمہ کا مخصوص حصہ جو غیر مسلموں سے جنگ کے دوران قیدیوں اور مال و دولت کی صورت میں حاصل ہوگا۔ فتنے جو دشمن سے بغیر جنگ و جدال کے مسلمانوں کے ہاتھ آئے گا۔ معادن اور مکانہ۔ مدفون خزانہ یا معدن کا پانچواں حصہ بھی بیت المال میں داخل ہوگا۔ اس طرح لگان امارہ یا ٹیکہ کی آمدنی کہ زمین کا کوئی قطعہ کسی کا دوبارہ کیلئے کسی شخص کو اس شرط پر دے دیا جاتا ہے۔ کہ وہ اس کے منافع میں سے ایک مخصوص قسط بیت المال میں داخل کرے گا۔ اس کے علاوہ عشر کی شکل میں زمین پر محصول یعنی پیداوار کا ۱/۱۰ حصہ یا دوسری قسم اراضی پر نصف العشر یعنی ۱/۲ حصہ جس میں کمی یا زیادتی کا اختیار نہیں اور جبکہ مصارف اور مقدار بھی مقدور معین ہے۔ ان ذرائع کے علاوہ غیر ملکی درآمد پر محصول (اپورٹ ڈیوٹی) جو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں لگایا گیا جب کہ دوسرے ممالک مسلمان تاجروں کے اموال پر اس قسم کی ڈیوٹی لگانے لگے اگر ایک اسلامی حکومت واقعی اسلامی بنیادوں اور خطوط پر قائم ہو۔ اسلامی نظام کا احیاء اور نفاذ کرتی ہو۔ اور محاصل و مصارف میں قرآن و سنت کی ہدایات کی سختی سے پیروی کرتی ہو تو ایسی حکومت مذکورہ اشیاء کے علاوہ دوسرے محاصل اور ٹیکس کسٹم ڈیوٹی وغیرہ بھی لگا سکتی ہے۔ فقہائے اسلام نے تصریح کر دی ہے کہ ملکی دفاع فوجی قوت کے استحکام پولیس کے اخراجات یا دہائی امور نہروں کی کھدائی پلوں کی تعمیر قیدیوں کی رہائی وغیرہ کے لئے مقررہ اور ہنگامی دونوں قسم کے محاصل وصول کئے جاسکتے ہیں۔ (پایہ کتاب الکفالتہ اور دیگر کتب فقہ) نہ یہ کہ زکوٰۃ کی بنیت سامنے کر بدل کر ٹیکس بنا دیا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے مقدور معین مصارف کے علاوہ اسے دیگر ضروریات پر خرچ کیا جاسکتا ہے۔ (ص ۱)

اسلام کے پسے معاشرتی نظام، طلاق، نکاح، عدۃ، میراث وغیرہ میں دست و دلیاں کی جاتی ہیں۔ اس صدی میں اس طاغوتی روح نے مسلمانوں کے پسے اقتصادی ڈھانچہ، تجارت اور صنعت کو اسی جاہلی نظام۔ سود، قمار، حرام کاروبار، معاشی دستبرد اور ظلم و تعدی کی بنیادوں پر کھڑا کر دیا ہے۔ اور سارے عالم اسلام کی ہیئت حاکمہ اور قوت نافذہ کو اپنے ڈگر پر ڈال دیا ہے۔ اس کا منحوس سایہ مسلمانوں کے پسے نظام اخلاق و کردار تمدن اور طرز معاشرت پر پڑ چکا ہے۔ اور اس کی جگہ مغربی نو و غرضی، نفس پروری، مادہ پرستی، جنسی ہیجان، اور اباحت نے قدم جمائے ہیں۔ اور بدۃ الاسلام عربیہ و سیعود عربیہ کا منظر سامنے ہے۔

ان حالات میں اگر ملت مسلمہ لمحہ بھر بھی غفلت اور مہانت یا رواداری سے کام لے اور اسلام کی ایک ایک بنیاد اور اصول پر شیطنیت کا یہ وار سہتی رہے۔ تو ظاہر ہے کہ اس کے نتائج کتنے مہلک اور کتنے تلخ ہوں گے؟ پھر معلوم نہیں یہ سلسلہ آخر کہاں جا کر ختم ہوگا۔ اگر آج زکوٰۃ کی شرعی حیثیت کو غتر بود کیا گیا کہ زکوٰۃ کی موجودہ شرح حکومت کے مصارف کے لئے کافی نہیں، تو کل نمازوں کی تعداد اور مقدار میں بھی یہ کہہ کر قطع و برید کی جائے گی کہ آج کل کی مصروف زندگی میں اس پنج وقتہ ضیاع وقت (نارش بدین) کی فرصت کہاں اور یہ کہاں کی دانشمندی ہے کہ اس صنعتی اور مشینی دور میں مہینہ کے پسے تین دن روزے رکھ کر ملک کی مادی حیثیت کو نقصان پہنچایا جائے؟ اور حج و زیارت کے نام پر ہزاروں میل کا سفر کیسے ملک اور قوم کا وقت اور ریاست کا زرمبادلہ ضائع کرنا کہاں کی عقلمندی ہے۔؟

والعیاذ باللہ العظیم۔ اگر آج سود کے حلال ٹھہرائے جانے کو گوارا کر لیا جائے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ کل زنا اور خمر کو بھی حلال نہ کہنا پڑے۔ اور اگر آج مسلمانوں کے معاشرتی معاملات میں تحریف و تبدیل پر صبر کر لیا جائے تو کونسی ضمانت ہے کہ کل عبادات اور اعتقادات تک سے ہاتھ نہ دھوئے پڑیں۔؟

اوپر جو کچھ بیان کیا گیا اس سے دیگر ارکان کے علاوہ زکوٰۃ کی بنیادی اور تعبیدی حیثیت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر فضل الرحمن اور اس قماش کے دیگر ثقافتی اور ریسرچی ارباب نگر و نظر کے تحقیقات کی زد کہاں جا کر پڑتی ہے۔

در اصل جو قلوب اسلام کے پیچھے رہے اور عناد کے شکار ہیں۔ اور

اسلام کو موجودہ ”جاہل دور“ کے لئے ایک رکاوٹ سمجھتے ہیں۔ بعض سیاسی اور مادی اغراض کی وجہ سے نہ تو کھل کر اسلام کے ”دینِ ابدی“ اور ضابطہ حیات ہونے کا انکار کر سکتے ہیں۔ اور نہ اندرونی نفاق کی وجہ سے اسلام کی جامعیت اور دینِ حنیفی کی سچائیوں کا اقرار۔ اس گو گوگو حالت نے انہیں تضاد، تعارض اور تذبذب و نفاق کے ایک عجیب مضحکہ خیز مقام پر لا کھڑا کیا ہے۔ کبھی وہ سرمایہ دارانہ نظام پر اسلام کا ٹھپہ لگائیں گے تو کبھی کیونزوم اور مارکیست کو دنیا کا کامیاب مذہب قرار دیں گے۔ کبھی کہیں گے کہ سائنس و حکمت اور دین و مذہب کا کوئی جوڑ ہی نہیں ہو سکتا۔ کبھی کہیں گے کہ اسلام کا مقصد ہی صرف سائنسی ترقی اور مادی عروج و ارتقاء ہے۔ کبھی سرے سے سنت رسولؐ کے محبت ہونے سے انکار کر بیٹھتے ہیں۔ تو کبھی ہر زمانہ کے ماؤف یا اشتراق زدہ دل و دماغ کے اجتہادات کو بھی ”سنتِ جاریہ“ کا نام و مقام دیں گے۔ گویا ان کی کیفیت ٹھیک اس ارشادِ خداوندی کی مصداق ہے :

فَكَتَمْنَا خُرْمًا مِنَ السَّمَاءِ فَتَخَظَفُ
الطَّيْرُ وَاسْقَوْا بِهِ الرِّيحَ فِي
مَكَانٍ سَحِيقَةٍ - (حج پک ۱۱)

گویا وہ آسمان سے گر پڑا پھر اسے پرندے
اچک لیتے ہیں۔ یا اسے ہوا اڑا کر کسی دور
مکان میں پھینک دیتی ہے۔

پھر یہ لوگ اپنی نت نئی ”اختراعات“ اور تحریفات کے اثبات کے لئے جو دلائل و براہین پیش کرتے ہیں، کوئی عقل سلیم اور قلبِ مومن تو اسے کیا قبول کرے گا، خود ان کا ضمیر بھی ان کی ہنسی اڑاتا ہے۔ علم و تحقیق کی دنیا اس تحریف و تلبیس پر سر پیٹنے لگتی ہے۔ مگر تحقیق دریسرچ کے یہ دعویٰ اور پوری ڈھٹائی سے اپنے تجر و تحقق کا شور مچاتے رہیں گے۔ اور ہر طرح دین کو بازیچہ اطفال بناتے رہیں گے۔

اگر ملتِ مسلمہ کو اسلام کے ”شجرہ طوبی“ کے سایہ عاطفت اور ”قصر محمدی“ کی پناہ میں رہنا ہے اور اسکی ہر دیوار اور بنیاد کو اعطاء و اغیار کی نقب سے بچانا ہے، تو ضرورت ہے کہ اس ملت کا نام یوں خواہ عامی ہو یا عالم جاہل ہو یا مقتدا اپنے تمام اغراض اور مصلحتوں سے دستبردار ہو کر سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی فراست اور فاروقِ اعظمؓ کی جرأت سے کام لیکر میدان میں کود پڑے۔ اور جو زبان و قلم اور جو ہمت بھی اس قصرِ محمدی میں شگاف پیدا کرنے کی سعی کرے اسے ہمیشہ کیلئے خاموش اور مغلوب کر دیا جائے۔ کہ بقول کے ”یہ وقت بد و حنین کا ہے جل و صفین کا نہیں“

وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِكُمْ مَا دُمْتُمْ فِيْ عَوْنِ الْاِسْلَامِ - وَاللّٰهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ -

کلیع الحق